44

جلسہ سالانہ کے متعلق ضروری ہدایات

(فرمودہ 15 دسمبر 1944ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی تو دس دن تک ہمارا جلسہ سالانہ شروع ہونے والا ہے۔ گزشتہ ایام میں بوجہ جنگ کے نئے مکانات کا بننا قریباً ناممکن ہو گیا ہے اور اِس وجہ سے قادیان میں بہت ہی کم مکانات کی زیادتی ہوئی ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ دوسری طرف جنگ پر جانے والے لوگوں میں سے ایک خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اپنے بیوی بچوں کو قادیان بھجوا دیا ہوا ہے جس کی وجہ سے قادیان کی آبادی زیادہ ہو گئی ہے اور مکانوں کی تنگی پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔ اِن حالات میں جلسہ سالانہ کے لیے مکانوں کا انتظام ایک نہایت ہی مشکل امر ہو جاتا ہے۔ میری طبیعت پر یہ اثر ہے کہ کچھ عرصہ سے شہریت کا بھی اثر قادیان میں ہو رہا ہے۔ جس تنگی کو قادیان کے لوگ پہلے خوشی سے برداشت کر لیتے تھے اب اسے برداشت کرنے کی عادت کم ہوتی جاتی ہے۔ جلسہ کے دنوں میں قادیان کے لوگ پہلے جو قربانی کرتے تھے اب شہری تمدن کے باعث اُس میں کچھ کمی آتی جاتی ہے۔ پہلے تو اِس طرح ہوتا تھا کہ جس گھر کے دو کمرے ہوں اُس کے ایک کمرہ میں عورتیں ہو جاتی تھیں

اور مہمان عورتوں کو اپنے ساتھ لے لیتی تھیں اور ایک کمرہ میں مرد مہمان مردوں کو اپنے ساتھ لے کر گزارہ کر لیتے تھے۔ مگر اب مَیں محسوس کرتا ہوں کہ اِس قسم کا تمدن نہیں رہا اور مہمانوں کے لیے تکالیف اُٹھانا کسی قدر کم ہو رہا ہے جو اچھی علامت نہیں۔ اگرچہ ابھی تغیر بہت تھوڑا ہے مگر جب بیماریاں شروع ہوتی ہیں تو پہلے تھوڑی تھوڑی شروع ہوتی ہیں اور بہت معمولی معمولی نظر آتی ہیں اور دیکھنے والے اُنہیں دیکھ کر یہی کہہ دیتے ہیں کہ کیا حرج ہے۔ مگر پھر وہی بڑھتے بڑھتے ایسی صورت اختیار کر لیتی ہیں کہ ان کا مقابلہ کرنا اور ان کو مٹانا مشکل ہو جاتا ہے۔

وہی تمدن جو آج ہندوستان کے گاؤں میں رائج ہے آج سے تین چار سَو سال قبل یورپ میں یہی تمدن رائج تھا۔ پرانی تاریخیں اور کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کی خبر گیری کرنا، ہمسائیوں کے آرام کا خیال رکھنا اور مہمانوں کے آنے پر گھر والوں کا ایک ہی کمرہ میں جمع ہو جانا یہ سب باتیں یورپ والوں میں پائی جاتی تھیں۔ مگر آج ایسا تغیر اُن کے تمدن میں ہو چکا ہے کہ اگر ماں باپ کے پاس بیٹا بھی آئے تو وہ ناپسند کرتے ہیں کہ وہ اجازت لیے بغیر اور یہ پوچھے بغیر کہ وہ اُسے کتنے دن اپنے پاس ٹھہرا سکیں گے آجائے۔ اور بسا اوقات اگر وہ آکر ٹھہرے تو اُس کے ٹھہرنے کے بعد اُسے خرچ کا بل پیش کر دیا جاتا ہے کہ تمہارے کھانے وغیرہ پر اِتنا خرچ آیا ہے یہ رقم ادا کرو۔ امراء کی حالت تو اَور ہے۔ اُن کی مہمان نوازی تو ساری سیاسی ہوتی ہے اور پھر اُن کے پاس سرمایہ بھی ہوتا ہے۔ مگر معمولی طبقہ کے لوگوں کے درمیان اور اوسط طبقہ کے لوگوں کے درمیان یہ طریق رائج ہو گیا ہے کہ قریبی رشتہ داروں سے بھی خرچ لے کر اُن کو اپنے پاس رکھتے ہیں اور اُن کا کوئی قریب ترین رشتہ دار بھی اگر آئے تو وہ ایک حد بندی کے ساتھ اُسے اپنے پاس ٹھہراتے ہیں۔ ماں بیٹی کو خط لکھے گی کہ تمہیں ملنے کو دل چاہتا ہے اور اِس لیے ہم نے یہ انتظام کیا ہے کہ تم تین روز کے لیے یہاں آجاؤ۔ اگر اِس طرح ہندوستان میں کوئی ماں اپنی بیٹی کو وقت معیّن کر کے بُلائے تو وہ شاید آنا بھی پسند نہ کرے۔ یہاں اگر کسی کا بیٹا، بیٹی یا اَور کوئی رشتہ دار آئے تو وہ اصرار کرتے ہیں کہ ابھی اور ٹھہرو۔ مگر وہاں یہ حال نہیں۔ وہاں اگر کوئی آسودہ حال آدمی ہے تو اس نے مہمانوں کے لیے

الگ کمرہ رکھا ہو گا اور اُسی میں رشتہ داروں کو باری باری ٹھہرائیں گے۔ یہ نہیں کہ جو کوئی چاہے آجائے اور جتنا عرصہ چاہے ٹھہرا رہے۔ یہ تمدن کہ ہر ایک کے لیے الگ کمرہ، الگ غسل خانہ اور الگ پاخانہ ہونا چاہیے اور یہ تمدن کہ مہمانوں کو آرام پہنچانے کے لیے گھر کی عورتیں ایک کمرہ میں ہو جائیں اور مہمان عورتوں کو ساتھ لے لیں اور مرد الگ ہو کر مہمان مردوں کے ساتھ گزارہ کر لیں اِن دونوں تمدنوں کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں معلوم ہوتا۔ اور اگر ہمارے اِس تمدن میں تغیر پیدا ہو جائے تو ہمارے لیے بہت مشکل پیش آئے گی۔

پس مَیں وقت پر قادیان کی جماعت کو ہوشیار کرتا ہوں۔ اب تک وہ جس قسم کی قربانی کرتی آئی ہے آئندہ اُس میں زیادتی ہونی چاہیے کمی نہ ہونی چاہیے۔ جو تمدن اِس میں حائل ہوتا ہے، جو تمدن قربانیوں میں روک بنتا ہے وہ شیطانی ہے آسمانی نہیں اور وہ ناجائز ہے جائز نہیں۔ جو چیز نیکی سے محروم کرتی اور جماعت کی ترقی کے رستہ میں روک بنتی ہے وہ شیطانی ہے خدائی نہیں ہو سکتی۔ اِس میں شبہ نہیں کہ اگر قادیان کے دوست انتہائی قربانی سے کام نہ لیں تو ہمارا جلسہ سالانہ جو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر سال ترقی کرتا جاتا ہے اُس کا انتظام کرنا ناممکن ہو جائے گا۔ جُوں جُوں جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کرتی جاتی ہے ہمارا سالانہ اجتماع بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ وہ بیسیوں سے سینکڑوں تک پہنچا اور سینکڑوں سے ہزاروں تک اور اب وہ درجنوں ہزاروں تک پہنچ چکا ہے۔ اور کوئی زمانہ آئے گا جب وہ لاکھوں اور شاید کروڑوں تک پہنچ جائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ اِتنے لوگوں کے لیے نئے مکانات تیار نہیں کرائے جا سکتے۔ اگر جلسہ کے مہمانوں کے لیے الگ مکانات بنوائے جائیں تو اِس کے معنے یہ ہوں گے کہ بعض نئے محلے صرف جلسہ کے لیے تعمیر ہوں جو سال میں تین چار روز آباد اور پھر سارا سال ویران پڑے رہیں۔ اور یہ ممکن نہیں کہ جلسہ کے لیے الگ محلے بنوائے جائیں۔ پس ہماری حالت دو صورتوں سے خالی نہیں۔ یا تو یہ کہ جلسہ میں آنے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی کوشش کرنے کی بجائے یہ کوشش کریں کہ لوگ کم سے کم آئیں اور یا پھر قربانی کے معیار کو بلند کرتے جائیں اور جتنے بھی مہمان آئیں دوست اُن کی رہائش کے لیے اپنے گھروں میں انتظام کرنے کے لیے تیار ہوں۔ پس مَیں دوستوں کو خصوصیت سے نصیحت کرتا ہوں کہ اِس موقع پر جبکہ آبادی بڑھ چکی ہے اور

مکانات نہیں بڑھے اور جبکہ مہمان جنگ سے پہلے زمانہ کی نسبت زیادہ آتے ہیں مکانوں کی تنگی کی وجہ سے اپنے دلوں کو زیادہ پھیلائیں۔ اور اگر وہ اپنے دلوں کو زیادہ پھیلا لیں تو مکانوں کی تنگی محسوس نہ ہوگی۔ لیکن اگر وہ اپنے دلوں کو نہ پھیلائیں گے تو مکانوں کی تنگی اُن کو بھی محسوس ہوگی اور آنے والے مہمانوں کو بھی۔ اور منتظمین کو بھی تنگی محسوس ہوگی۔ اور اگر مکانوں کی تنگی کی وجہ سے تکلیف ہونے کے باعث جلسہ کے موقع پر مہمانوں کے آنے میں کمی ہوگئی تو یہ گناہِ عظیم قادیان کے باشندوں کے سر ہوگا۔

دوسری نصیحت جو مَیں جلسہ کے سلسلہ میں کرنا چاہتا ہوں اور جو گزشتہ سال بھی کی تھی یہ ہے کہ یہ سخت گرانی کا زمانہ ہے۔ ایک روپیہ کی چیز کی قیمت اِس وقت پانچ روپیہ ہے۔ پہلے جلسہ سالانہ کا خرچ بیس اکیس ہزار روپیہ ہوتا تھا۔ مگر اب جلسہ سالانہ کا بجٹ چھپن ہزار روپیہ ہے۔ یہ چھپن ہزار روپیہ کی رقم اگر جماعتیں اپنی ذمہ داری کو محسوس کریں تو چندہ سے وصول ہوسکتی ہے۔ ہمارے چندہ عام کی رقم چھ لاکھ روپیہ کے برابر ہوتی ہے اور اگر چندہ جماعت کی آمد کا سولھواں حصہ بھی سمجھا جائے تو اِس کے معنے یہ ہوں گے کہ آمد چھیانوے لاکھ روپیہ ہے۔ مگر اِس چندہ میں چونکہ وصیت وغیرہ کی رقم بھی ہوتی ہے اُسے اگر الگ کر دیا جائے تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ جماعت کی آمد اسّی لاکھ روپیہ ہے۔ گو یہ اندازہ ہے بالکل غلط۔ میرے خیال میں ہماری جماعت کی کُل آمد دو کروڑ روپیہ کے قریب ہے۔ لیکن اگر اَسّی لاکھ ہی سمجھ لی جائے تو اِس کا مطلب ساڑھے چھ لاکھ روپیہ کے قریب ماہوار ہے۔ اور اگر اس کا دسواں حصہ چندہ جلسہ سالانہ میں وصول کیا جائے تو یہ چندہ ساٹھ ہزار روپیہ سے زائد ہوسکتا ہے۔ پس جلسہ سالانہ کے اخراجات کا جو بجٹ ہے اُتنی رقم کا وصول کرنا میرے نزدیک مشکل نہیں۔ مگر چونکہ چندہ جلسہ سالانہ میں عام طور پر سُستی کی جاتی ہے، قادیان کے دوست بھی اپنی پوری ذمہ داری محسوس نہیں کرتے اور زمیندار دوست بھی پوری ذمہ داری محسوس نہیں کرتے اور شہری جماعتیں بھی پوری ذمہ داری محسوس نہیں کرتیں اِس لیے وصول بہت کم ہوتا ہے۔ حالانکہ اگر جماعت کے دوست ماہور آمد کا دس فیصدی بھی دیں تو بھی ساٹھ ستّر ہزار روپیہ وصول ہوسکتا ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ اِس وقت تک صرف

اٹھارہ ہزار روپیہ چندہ کے وعدے آئے ہیں اور گزشتہ سال غالباً کُل وعدے ستائیس ہزار کے آئے تھے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس سال بھی ستائیس ہزار ہی آمد سمجھ لی جائے تو اِس کا مطلب یہ ہو گا کہ سلسلہ کے دوسرے کاموں کا تیس ہزار روپیہ جلسہ سالانہ پر خرچ کرنا پڑے گا اور تیس ہزار روپیہ کی رقم ایک غریب جماعت کے لیے معمولی نہیں۔ پس جہاں اِس بوجھ کو کم کرنے کا ایک ذریعہ یہ ہے کہ جماعتیں اپنی ذمہ داری کو پوری طرح سمجھیں اور جلسہ سالانہ کا چندہ پوری شرح کے ساتھ ادا کریں، اور جہاں ایک اَور ذریعہ اس بوجھ کو کم کرنے کا یہ ہے کہ بیت المال بھی اِس چندہ کی وصولی کی خاص طور پر کوشش کرے اور زور سے اِس کی تحریک کرے اِسے عام تحریک سمجھ کر نہ چھوڑ دے وہاں ایک اَور ضروری ذریعہ اِس بوجھ کو کم کرنے کا یہ بھی ہے کہ قادیان کی جماعت کے افراد اور کارکن اخراجات کی تخفیف کی انتہائی کوشش کریں۔ ورنہ یہ بار بڑھتے بڑھتے دوسرے کاموں کو سخت نقصان پہنچائے گا۔ اور اگر ہر سال یہ تیس ہزار کا بوجھ پڑتا جائے تو اِس کے معنے یہ ہوں گے کہ دس سال کے عرصہ میں یہی رقم تین لاکھ ہو جائے گی۔ اور اگر جائیداد رہن رکھ کر یہ تین لاکھ روپیہ حاصل کیا جائے تو گویا قریباً پندرہ ہزار روپیہ کا خرچ اَور بڑھ جائے گا اور اس طرح یہ سالانہ بوجھ پینتالیس ہزار روپیہ کا ہو گا۔ بعض سوراخ چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں لیکن اگر اُن کو بند نہ کیا جائے تو پُل ٹوٹ جاتے ہیں، عمارتیں گر جاتی ہیں، علاقے ویران ہو جاتے ہیں اور شہر برباد ہو جاتے ہیں۔ پس مومن کو اپنے کاموں میں ہوشیار ہونا چاہیے اور بہت زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ جب آدمی اپنے گھر کے کاموں میں احتیاط سے کام لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر خرچ بڑھتا گیا تو میری جائیداد تباہ ہو جائے گی اور میرے لیے مشکلات پیدا ہوں گی تو خدا تعالیٰ کے کاموں میں تو مومن کو بہت ہی زیادہ احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ پس مَیں قادیان کی جماعت کے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ خصوصیت سے عزم اور ارادہ کے ساتھ یہ فیصلہ کر لیں کہ خرچ زیادہ نہ ہونے دیں گے۔

جہاں تک ایسے گھروں کا سوال ہے جن میں مہمان اِس کثرت کے ساتھ اُترتے ہیں کہ اُن کے لیے گھر میں اپنے لیے کھانا پکانا ناممکن ہو جاتا ہے اُن کے گھروں میں بے شک تین چار دنوں میں کھانا لنگر سے آنا چاہیے۔ گو جو صاحبِ توفیق ہیں اُن کے لیے مَیں یہ

تجویز کرتا ہوں کہ وہ اپنے اخراجات کے برابر آٹا یا اجناس لنگر خانہ میں دے دیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کیے بغیر لنگر سے کھانا لیں گے تو اِس کے یہ معنے ہوں گے کہ وہ اپنی خدمت کا معاوضہ لیتے ہیں۔ اور گو شریعت نے یہ جائز رکھا ہے کہ وہ لوگ جو غریب ہوں اور جن کے گزارہ کی کوئی صورت نہ ہو وہ اپنی خدمت کا معاوضہ لے سکتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بعض مواقع پر خدمت کا معاوضہ لینا جائز قرار دیا ہے۔[1] مگر صاحبِ توفیق کے لیے ایسا معاوضہ لینا اُس کے ایمان کی ہتک ہے۔ پس جب وہ مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے اور ان کی خدمت میں مصروفیت کی وجہ سے اور اِس وجہ سے کہ مہمانوں کی کثرت کے باعث اُن کے گھروں کا انتظام خراب ہو جاتا ہے اور وہ اپنے لیے کھانا نہیں پکا سکتے اپنے لیے بھی کھانا لنگر سے لیں تو اُن کو چاہیے کہ اپنے اخراجات کے مطابق آٹا اور دالیں وغیرہ لنگر میں بھجوا دیں۔ گو ایسے لوگوں کے لیے لنگر سے کھانا لینا جائز ہے۔ مگر ایک کامل ایمان والے انسان کے لیے یہ نامناسب ہے کہ وہ زائد بوجھ لنگر پر ڈالے۔ ہاں جو صاحبِ توفیق نہیں ہیں اور بعض تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ مزدوری وغیرہ کر کے گزارہ کرتے ہیں اور اِن ایام میں اُن کو کام بھی چھوڑنا پڑتا ہے اور اِس طرح اُن کو نقصان ہوتا ہے اُن کے لیے جائز ہے کہ وہ کھانا لنگر سے لے لیں اور معاوضہ بھی نہ دیں۔ میرے نزدیک اِس غلطی کے ازالہ کی بہترین صورت یہ ہے کہ جس جس گھر میں مہمان ٹھہرتے ہیں اُن کے اپنے افراد کی فہرستیں پہلے سے حاصل کر لی جائیں اور اُن کے ہاں ٹھہرے ہوئے مہمانوں کے کھانے سے اتنے افراد کا کھانا زیادہ ان کو دے دیا جائے۔ اِس طرح جو بے حساب کھانا گھروں میں جاتا ہے وہ نہ جاسکے گا۔ بعض لوگ کھانا لیتے وقت تعداد زیادہ لکھوا دیتے ہیں اور اِس جھوٹ کا نام وہ احتیاط رکھتے ہیں مگر یہ احتیاط نہیں بلکہ جھوٹ اور اِسراف ہے۔ وہ باقاعدہ حساب سے کھانا نہیں لیتے بلکہ اگر اُن کے ہاں چالیس مہمان ہوں تو کہہ دیتے ہیں کہ ستّر آدمیوں کی پرچی دے دی جائے۔ اگر اُن کے گھر کے افراد کی صحیح تعداد معلوم ہو تو مہمانوں کی تعداد کے ساتھ اُن کے گھر کے افراد کی تعداد ملا کر ایک حساب کے مطابق اُن کو پرچی دی جاسکتی ہے۔ اور یہ اِسی طرح ہو سکتا ہے کہ اُن کے گھر کے افراد کی صحیح تعداد پہلے سے معلوم ہو۔ اِس طرح بہت سا کھانا بچ سکتا ہے۔ مگر جب حساب کوئی نہ ہو اور

بے حساب تعداد کا کھانا ایک شخص مانگے تو منتظمین مجبور ہوتے ہیں کہ اُسے اُتنا ہی کھانا دیں۔ چونکہ کوئی حساب وغیرہ ہوتا نہیں بعض لوگ تعداد کو حد سے بڑھا دیتے ہیں مگر حساب میں آکر زیادہ پابندی ہو جاتی ہے۔ پس افسروں کو چاہیے کہ جن لوگوں نے اپنے مکان مہمانوں کے لیے پیش کیے ہیں یا جن گھروں میں مہمان اُتریں گے اُن کے افراد کی فہرست پہلے سے حاصل کر لیں اور یہ معلوم کر لیں کہ اُن کو اپنے گھر کے لیے کتنے آدمیوں کا کھانا درکار ہو گا۔ ایسی فہرستیں حاصل کر کے وہ اُن کو وقت سے پہلے چیک بھی کر سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں کہ واقعی اُن کے افراد اتنے ہی ہیں جتنے انہوں نے بتائے ہیں اور انہوں نے اس تعداد میں کوئی زیادتی تو نہیں کی۔ جلسہ کے بعد دیکھا گیا ہے کہ بچی ہوئی سینکڑوں من روٹیاں جانوروں وغیرہ کے لیے فروخت ہوتی ہیں۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ لوگ بے احتیاطی سے کھانا منگوا لیتے ہیں۔ پس ایک تو اِس احتیاط کی ضرورت ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ پبلک کی اچھی طرح تربیت کی جائے اور اُن کو اچھی طرح سمجھایا جائے کہ اِس بے احتیاطی سے سلسلہ کو کتنا نقصان پہنچتا ہے۔ صحیح تربیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ میرا ایک خطبہ میں ایک بات بیان کر دینا کافی نہیں ہو سکتا۔ چاہیے کہ اِن ایام میں متواتر جلسے کیے جائیں اور ضروری ہدایات ہر چھوٹے بڑے کے اچھی طرح ذہن نشین کی جائیں۔ اِس کے بغیر تربیت نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اب اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے کہ جب خدا تعالیٰ نے حکم دے دیا ہے تو اب میرے کہنے کی کیا ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ کی بات نہیں مانتا وہ میری کب مانے گا۔ اور اگر صحابہؓ یہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کی تاکید فرمائی ہے پس جس نے خدا تعالیٰ کی نہیں مانی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں مانی وہ ہماری کب مانیں گے تو کیا اسلام پھیل سکتا اور دنیا میں اِتنے لوگ نماز پڑھنے والے پیدا ہو جاتے؟ ہرگز نہیں۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم برابر اس کی تاکید فرماتے رہے۔ پھر ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور ہزاروں دوسرے صحابہؓ۔ پھر ان کے بعد تابعین اور تابعین کے بعد تبع تابعین اور پھر اُمت کے اولیاء۔ مثلاً سید عبد القادر جیلانیؒ، معین الدین چشتیؒ،

نظام الدین اولیاءؒ وغیرہ اِس کی تلقین کرتے رہے۔ مگر پھر بھی جو حالت ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ کیا سب لوگ نمازیں پڑھتے ہیں؟ بلکہ آجکل تو اکثر مسلمان بھی نہیں پڑھتے۔ پس بار بار کہتے رہنا ضروری ہوتا ہے۔ بار بار کہنے سے ہی قوموں کی تربیت ہوتی ہے۔ جب کسی قوم میں یہ خیال پیدا ہو کہ اب کہنے کی ضرورت نہیں، جب کسی قوم کے افراد کو تکرار بُرا لگنے لگتا ہے تو وہ قوم تباہ ہو جاتی ہے۔ تکرار سے ہی زندگی پیدا ہوتی ہے۔ جماعت میں ہمیشہ نئے آدمی شامل ہوتے رہتے ہیں۔ جن کو علم نہیں ہوتا اُن کو آگاہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اگر غفلت کریں گے تو ضروری ہے کہ اُن کا ہمسایہ بھی غفلت کرے گا۔ وہ یہ خیال نہیں کرے گا کہ ہمسایہ واقف نہیں بلکہ اُسے دیکھ کر خود بھی اِس بات کو جائز سمجھنے لگتے ہیں۔ پھر نئی پود بھی ترقی کرتی رہتی ہے۔ جو بچے آج تیرہ سال کے ہیں وہ دس سال قبل تین سال کے تھے۔ اُن کو سمجھانا بھی ضروری ہے۔ وہ اگر نہیں سمجھیں گے تو اُنہیں دیکھ کر اُن کے اَور ساتھی خراب ہوں گے۔ پس تربیت کے لیے ضروری باتوں کا دہرانا اور بار بار سکھانا ضروری ہوتا ہے۔ پس چاہیے کہ ہر محلہ والے متواتر جلسے کریں اور تمام افراد کو سکھائیں۔ عورتوں کو، مردوں کو، سب کو اچھی طرح اِن باتوں سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔ خدام الگ جلسے کریں، انصار الگ کریں، اطفال الگ کریں، لجنہ کے الگ جلسے ہوں اور محلوں والے الگ کریں۔ اور اچھی طرح یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کریں کہ جماعتی بوجھ کا کم کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے اور بہت ثواب ہے۔ ہر روٹی کا ٹکڑا جو ضائع ہوگا، دال کا ہر چمچہ جو ضائع ہوگا یا جو غیر حق دار کے پاس پہنچے گا اُتنا ہی کلمۂ شہادت کے پھیلانے میں رکاوٹ پیدا ہوگی، اُتنا ہی تبلیغ کے کام میں کمزوری پیدا ہوگی۔ اگر ہر ایک کے کان میں یہ بات ڈال دی جائے، جماعت میں ایسی بیداری پیدا کر دی جائے کہ ہر شخص یہ سمجھے کہ اگر ایک چیونٹی بھی سلسلہ کے خزانہ سے گندم کا ایک دانہ لے جاتی ہے تو وہ اُس کے لیے جواب دِہ ہے تو بہت سا بوجھ کم ہو سکتا ہے۔ اگر یہ روح افرادِ جماعت میں پیدا ہو جائے تو قومی دیانت ایسے مقام پر پہنچ جاتی ہے کہ پھر ایمان کو کبھی گُھن نہیں لگ سکتا۔ کیونکہ گُھن ہمیشہ گندم کے دانے کو لگتا ہے، سُسری گندم کو کھا سکتی ہے۔ ایمان کے دانہ کو نہ گُھن لگتا ہے اور نہ اسے سُسری کھاتی ہے۔ پس جس قوم کے افراد کے قلب میں ایمان کی

روئیدگی پیدا ہو جائے وہ تباہ نہیں ہو سکتی۔ خدا نے وہ سُسری پیدا ہی نہیں کی جو ایمان کے دانے کو کھا سکے۔ جب کسی قوم کی بنیاد ایمان پر قائم ہو جاتی ہے تو دنیوی ذرائع اُسے تباہ نہیں کر سکتے۔ پس یہ باتیں جماعت کے ہر فرد کو سکھائیں اور اِس کے لیے محلوں والے الگ جلسے کریں۔ خدام، انصار، اطفال اور لجنات کے جلسے الگ ہوں اور یہ باتیں اچھی طرح ہر ایک کے ذہن نشین کی جائیں۔ یہ صحیح ہے کہ پھر بھی کچھ نہ کچھ کمزور رہ جائیں گے یا منافق ہوں گے مگر اُن کا کوئی علاج نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بھی جب منافق موجود تھے تو ہمارا یہ خیال کرنا کہ ہم میں منافق نہیں رہیں گے بالکل غلط بات ہے۔ اگر کوئی اِس امر کا سب سے زیادہ مستحق تھا کہ اُس کے زمانہ میں منافق نہ ہوتے تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ اور جب آپؐ کے زمانہ میں بھی منافق موجود تھے تو کسی اَور زمانہ کے لوگوں کا یہ امید رکھنا کہ ان میں منافق نہ ہوں گے موہوم امید ہے۔ ساری خرابی اِس سے پیدا ہوتی ہے کہ بعض لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم میں منافق نہیں ہیں یا نہیں ہو سکتے۔ منافق ہمیشہ بھیس بدل کر لوگوں کے ایمان کو خراب کرتے رہتے ہیں۔ لوگوں میں قصہ کے طور پر یہ بات مشہور ہے۔ ایسے قصص کو ایمان کی بنیاد سمجھنا تو غلطی ہوتی ہے البتہ اِن سے سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ شیطان مور کے بھیس میں جنت میں داخل ہوا تھا۔ مور کا مطلب یہی ہے کہ وہ گو بظاہر بہت خوبصورت تھا مگر اندر سے جانور تھا۔ تو منافق بھی اندر سے تو جاہل اور احمق ہوتا ہے مگر باہر سے بہت خوبصورت نظر آتا ہے۔ لوگ عام طور پر ظاہری شکل پر فریفتہ ہو جاتے ہیں مگر اندرونی حماقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ پس ہماری جماعت میں بھی منافقوں کا ہونا ضروری ہے اور جب تک بار بار سمجھا کر کمزوروں کو مضبوط نہ کریں اور اس طرح اُنہیں منافقوں کا شکار ہونے سے نہ بچائیں اور جو منافقت میں پختہ ہو چکے ہیں اُن کی غلطی کو اَلَمْ نَشْرَحْ نہ کر دیں ہم نقصان سے محفوظ نہیں ہو سکتے اور نگرانی کو نہیں چھوڑ سکتے۔

تیسرا ذریعہ یہ ہے کہ نگرانی اچھی طرح کی جائے۔ مثلاً خدام اگر یہ کام اپنے ذمہ لے لیں اور سَو گھروں کو بھی روزانہ چیک کرنے کا انتظام کر لیں۔ اچانک پہنچ کر مہمانوں کی لِسٹیں جمع کریں اور دیکھیں کہ آیا وہ کھانے کی لِسٹوں کے مطابق ہیں؟ تو اِس سے بھی بہت

فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگر خدام روزانہ ایک سو گھر بھی اِس طرح چیک کرنے کا انتظام کر لیں تو پانچ روز میں پانچ سو گھر چیک کر سکتے ہیں۔ اِس کا ایک نتیجہ یہ ہو گا کہ کمزور سمجھ جائیں گے کہ ہم اپنی کمزوری کو نہیں چُھپا سکیں گے اور بے احتیاطی کرنے والے محتاط ہو جائیں گے ناواقفوں کو علم ہو جائے گا۔

پس یہ تین ذرائع ہیں جن پر اگر عمل کیا جائے تو جلسہ کی آمد بڑھائی اور خرچ گھٹایا جا سکتا ہے۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ قادیان کی جماعت اپنے روایتی اخلاص کے مطابق اِس بارہ میں بھی اصلاح کرے گی اور ایسا رویہ اختیار کرے گی کہ ہر فرد یہی سمجھے گا کہ سلسلہ کے اموال کی حفاظت میرے ذمہ ہے اور مَیں ہی اِس کے لیے جواب دِہ ہوں۔ اور وہ ثابت کر دیں گے کہ سلسلہ کے اموال کی نگرانی وہ اپنے اموال سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ اگر اِن باتوں پر عمل کیا جائے تو اخلاقی طور پر بھی بہت عمدہ اثر ہو سکتا ہے۔ مثلاً جب کوئی شخص گھر میں بے حساب روٹی منگواتا ہے اور مہمانوں کے علاوہ اُس کے گھر والے بھی وہی کھاتے ہیں تو مہمانوں کو یہی خیال ہوتا ہے کہ یہ بد دیانتی کرتا ہے۔ بعض لوگ بے حساب کھانا منگوا لیتے ہیں۔ خود تو کھاتے ہی ہیں مگر روٹی اور سالن ضائع بہت کرتے ہیں اور اِرد گرد بانٹ بھی دیتے ہیں اور اِس طرح دوسروں پر اپنا احسان قائم کرتے ہیں۔ اور ایسا کر کے جہاں سلسلہ کا نقصان کرتے ہیں وہاں اپنے ساتھ اُن مہمانوں کا تقویٰ بھی کمزور کرتے ہیں جن کے سامنے ایسا کرتے ہیں۔ ایسی باتوں کو دیکھ کر مہمانوں پر یقیناً بُرا اثر ہوتا ہے۔ لیکن اگر باہر سے آنے والے دیکھیں کہ قادیان کے ہر مرد اور ہر عورت اور ہر بچے اور ہر بوڑھے کو سلسلہ کے مال کا درد اپنے مال سے بھی زیادہ ہے اور اگر وہ دیکھیں کہ جو لوگ اپنے لیے بھی لنگر سے کھانا منگواتے ہیں وہ عَلَی الْاِعْلان منگواتے ہیں تو پھر اُن پر بُرا اثر نہیں ہو سکتا۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ محلوں والے بھی، خدام بھی، انصار بھی، اطفال بھی اور لجنات بھی اپنے الگ الگ جلسے کر کے لوگوں کو پوری طرح یہ باتیں سمجھائیں گے کہ وہ کھانا ضائع کر کے سلسلہ کا نقصان نہ کریں۔ اور سب مل کر کوشش کریں گے کہ اس سال جلسہ کا خرچ کم سے کم ہو۔ اور نظارت بیت المال، جماعتیں اور قادیان کے دوست کوشش کریں گے کہ جلسہ کا چندہ قواعد کے مطابق اور بَروقت

وصول ہو تا ایسا نہ ہو کہ جلسہ سالانہ کا چندہ وصول نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز بوجھ سلسلہ کے دوسرے کاموں پر پڑے"۔(الفضل 20/ دسمبر 1944ء)

---

1 :بخاری کتاب الاجارۃ بَاب مَا یُعْطَی فِی الرُّقْیَةِ